

بنانا اور گھر کی صفائی کرنا اس کے معمولات میں شامل تھا۔  
ہڈن نزدیکی قصبے میگارٹا تک گیا تھا۔ میگارٹا ان کے فارم  
سے نصف میل کے فاصلے پر تھا۔ تقریباً چار ایکڑ کے اس  
فارم کے گرد حفاظت کے لیے ہڈن نے لکڑی کے تختوں سے  
مضبوط باڑھ بنائی تھی لیکن یہ باڑھ صرف جنگلی جانوروں کو  
روک سکتی تھی..... انسانوں کو نہیں۔

تمام کپڑے لٹکا کر اور ان کو اچھی طرح کلب کر کے  
جار جیا نے ٹب اٹھایا اور لے جا کر اس چھوٹی سی کوٹھڑی  
میں رکھ دیا جو اوزار اور اسی قسم کے سامان کے لیے مخصوص  
تھی۔ ان کا ایک منزلہ، چار کمروں والا مکان فارم کے  
سامنے والے حصے میں تھا۔ عقب میں کھیت تھے جن میں  
سنگترے اور چیری کے درخت تھے۔ باقی حصوں میں ہڈن  
مکئی، گندم اور سبزیاں لگاتا تھا لیکن اس کا اصل کام دوسرا تھا  
وہ علاقے کے سب سے دولت مند کا ڈوبوائے سام اینڈرسن  
کا ملازم تھا۔ ہڈن کو اپنے کام میں اتنی مہارت تھی کہ سام  
اسے منہ مانگا معاوضہ دیا کرتا تھا اور اپنے ملازموں میں سب  
سے زیادہ اہمیت دیتا تھا۔

تین سال پہلے جب جار جیا نے ہڈن سے شادی کی تو

پانچ عورتیں پانچ کہانیاں..... پانچویں کہانی

ایک عورت کی داستان تنہائی۔

تاریک رات بے حد سرد تھی اور اس کا شوہر گھر سے دور تھا۔  
اسے تین ڈاکوؤں کا سامنا تھا۔ وہ بہادر تھی مگر تھیں تو عزت...  
اور خوب صورت بھی!

ماریم کے خان



جار جیا نے دھلے کپڑے لگنی پر ٹانگنا شروع  
کر دیے۔ ٹال کی طرف سے تیز، سرد اور خشک ہوا چل رہی  
تھی۔ اسے امید تھی کہ تیز دھوپ کے ساتھ تیز ہوا اس کے  
تمام کپڑے شام تک سکھا دے۔ ننھا ٹام اپنے پالنے میں لیٹا  
تھا پاؤں چلا رہا تھا۔ جار جیا نے اسے اس طرح رکھا تھا کہ  
دھوپ اس کے جسم پر پڑ رہی تھی لیکن چہرہ سائے میں تھا۔  
دھوپ ڈالنے کے ساتھ جار جیا اسے اپنا پسندیدہ گانا "شام  
کی منتظر اور امید کے لیے سائے" سنا رہی تھی۔ سناتے  
سناتے وہ جان بوجھ کر رک جاتی۔ ننھا ٹام چند لمحے انتظار  
کرنے کے بعد احتجاجی آواز نکال کر ماں سے مطالبہ کرتا کہ  
وہ اسے گانا سنائے تب جار جیا پھر گانے لگتی تھی۔

صبح سے اس نے دو کام نمٹائے تھے۔ کپڑے دھوئے  
تھے اور اس سے پہلے مکان کے سامنے والے حصے کا لاک  
مرمت کیا تھا۔ اسے ٹوٹے تین مہینے ہونے کو آئے تھے لیکن  
ہڈن نے اسے ابھی تک مرمت نہیں کیا تھا۔ لاک ٹھیک تھا  
لیکن دروازے کی چوکھٹ میں وہ جس حصے میں پھنستا تھا وہ  
ٹوٹ گیا تھا اور تالا لے کر تھا۔ جار جیا نے اس حصے میں  
لوہے کی پتری جڑھی نئی لکڑی لگائی تھی۔ ان کے علاوہ کھانا



شادی کے تیسرے دن ہڈن مویشی لے کر چلے گئے۔ اس وقت سے جا رہا تھا کہ اس کے کام سے نفرت ہو گئی تھی اور اس نے شروع میں دے لفظوں میں اور پھر کھل کر ہڈن سے مطالبہ کر دیا تھا کہ وہ یہ کام چھوڑے۔ اپنا فارم سنبھالے اور اس کے پاس رہے لیکن اس سے محبت کرنے کے باوجود ہڈن نے اس کا یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کا خیال تھا، مردوں کو گھر سے باہر رہنا چاہیے۔ گھر میں یا تو عورتیں رہتی ہیں یا بڑے رہتے ہیں۔ حد یہ کہ جا رہا ہے اکیلے رہنے اور اس دیرانے میں رہنے کا خیال بھی اسے کاؤ بوائے کا کام چھوڑنے پر آمادہ نہیں کر سکا تھا۔

”تم ایک بہادر شخص کی بہادر بیوی ہو۔ تمہیں ریوالور، پستول اور رائفل سب چلانا آتی ہے۔ پھر تمہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟“

جا رہا اسے سمجھانے سے قاصر تھی کہ عورت کا تحفظ ریوالور، پستول یا رائفل نہیں کر سکتے۔ یہ کام صرف مرد کا ہوتا ہے۔ عورت کے پاس اس کا مرد ہو تو وہ بے خوف ہو جاتی ہے اور مرد نہ ہو تو دنیا جہان کے ہتھیار بھی اسے احساس تحفظ نہیں دے سکتے ہیں۔ ہڈن جب گھر میں ہوتا تو اسے ہتھیار استعمال کرنے کی باقاعدہ مشق کراتا تھا۔ یہی نہیں کہ اس نے جا رہا کو صرف آتشیں ہتھیار استعمال کرنا سکھائے تھے بلکہ اس نے اسے خنجر زنی کی تربیت بھی دی تھی۔ گھڑ سواری اس علاقے کے لوگوں کو ایسے آتی تھی جیسے چھلی کو تیرنا آتا ہے۔ جا رہا بھی اچھی گھڑ سواری تھی۔ فارم ہاؤس میں دو عدد گھوڑے ہمہ وقت موجود رہا کرتے تھے۔ اس کے باوجود جا رہا کو ڈر لگتا تھا۔ شمالی ٹیکساس کا یہ علاقہ زمین اور جرائم دونوں لحاظ سے زرخیز تھا۔ اگر کسی شخص کے بارے میں لوگوں کو پتا چل جائے کہ اس کے پاس معقول رقم ہے تو اس کا زیادہ دیر محفوظ رہنا ممکن نہیں تھا۔

ہڈن عام طور سے ایک مہینے کے لیے جاتا تھا۔ اس کے بعد اسے پندرہ دن کی چھٹی ملتی تھی جن میں وہ فارم کی دیکھ بھال کرتا تھا اور دوسرے کام نمٹاتا تھا۔ کبھی کبھی اسے آنے میں دیر ہو جاتی تھی جس روز اسے آنا ہوتا تھا جا رہا خوب بن سنور کر اور تیار ہو کر اس کا انتظار کرتی تھی۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس کی تیاری دھری رہ جاتی تھی۔ ہڈن اس سے اگلے دن یا اس سے اگلے دن آتا تھا اور جب جا رہا اس تاخیر پر خفا ہوتی تھی تو وہ اسے منالیا کرتا تھا۔ شادی کے دوسرے سال جا رہا پہلی بار امید سے ہوئی۔ جب اسے پتا چلا تو حسب معمول ہڈن چر اگاہ میں گیا ہوا تھا۔ اسے یہ خبر سنانے کے لیے جا رہا نے پورے سترہ دن انتظار کیا تھا۔

ہڈن خوشی سے یاگل ہو گیا تھا۔ اسے بچے کی اتنی جاہ تھی کہ وہ جب باہر سے آتا تو اس کا پہلا سوال اسی بارے میں ہوتا تھا۔ اس بار اسے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ جا رہا کے جملگاتے چہرے نے بتا دیا تھا کہ وہ جس خبر کا انتظار کر رہا تھا وہ آچکی ہے۔ اور یہ پہلا موقع تھا جب ہڈن مہینے بھر اس کے ساتھ رہا تھا۔ وہ اس کی دیکھ بھال کرتا رہا اور سوائے کھانا بنانے کے تمام بھاری کام ہڈن نے اپنے ذمے لے لیے تھے۔ پھر چر اگاہ میں جانے سے پہلے اس نے جا رہا کے لیے ایک ملازمہ کا بندوبست کر دیا۔ یہ سیاہ فام کیتھرین تھی۔ سیاہ فاموں کو اگرچہ آزادی مل گئی تھی لیکن معاشی اور معاشرتی طور پر وہ اب بھی سفید فاموں کے غلام تھے۔ کیتھرین ایک ہنس مکھ اور تیزی سے کام کرنے والی عورت تھی اس نے آکر سارا کام سنبھال لیا۔ جا رہا زیادہ تر آرام کرتی تھی۔

ٹام کی پیدائش کے قریب ہڈن نے بھی چھٹیاں لے لیں اور زیادہ تر جا رہا کے پاس رہا کرتا تھا۔ ہڈن نے اس کے لیے باقاعدہ ڈاکٹر کا انتظام کیا تھا۔ ٹام کی پیدائش بغیر کسی مشکل کے ہوئی تھی۔ ٹام صرف دس بارہ دن باپ کی گود میں رہا تھا اس کے بعد ہڈن چلا گیا اور وہ بھی پورے دو مہینے کے لیے۔ جا رہا سن کر رو دی تھی۔ اس نے ہڈن سے کہا۔ ”دو مہینے..... میں اتنے عرصے تمہارے بغیر کیسے رہوں گی اور پھر ٹام۔“

”اب تو تمہارے پاس ٹام ہے۔ تمہیں پتا ہی نہیں چلے گا۔ دو مہینے دیکھتے ہی دیکھتے گزر جائیں گے اور میں آ جاؤں گا۔“ ہڈن نے ٹام کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے زیادہ یہ یاد کرے گا۔ ابھی سے تمہارا کتنا عادی ہو گیا ہے۔“

”یہ مجھے یاد رکھے گا۔“ ہڈن نے یقین سے کہا۔

”مجبوری ہے ڈیئر۔ اس بار سام رعایت کے موڈ میں نہیں ہے میں پہلے ہی بہت چھٹیاں کر چکا ہوں۔“

جا رہا نے اشک بار آنکھوں سے اسے رخصت کیا۔

کیتھرین نے کہہ دیا تھا کہ وہ ایک مہینے بعد واپس چلی جائے گی۔ ہڈن اسے آٹھ مہینے کی ملازمت پر لایا تھا اور یہ آٹھ مہینے پورے ہو چکے تھے۔ اس لیے جا رہا نے اس کے جانے سے پہلے ہی گھر کے کام شروع کر دیے تھے تاکہ بعد میں زیادہ مشکل نہ ہو۔ ٹام کی ذمے داریاں پوری کرنے کے بعد بھی اس کے پاس خاصا وقت بچ جاتا تھا۔ ایک مہینے بعد کیتھرین چلی گئی تو سارا کام اس کے سر آن پڑا۔ بہر حال ٹام شریف بچہ تھا۔ اسے زیادہ بھگ نہیں کرتا تھا اور وہ سکون



کی زندگی خطرات میں گزرتی تھی اور احتیاط نہ کرنے والے زیادہ دن زندہ نہیں رہا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی جار جیا نے دروازہ کھولنے سے پہلے شیشے سے باہر جھانکا۔ اسے کھڑکیوں سے باہر جاتی دھندلی سی روشنی میں تین ہیولے دروازے کے عین سامنے برآمدے میں کھڑے نظر آئے۔ وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی اور پھر لیونگ روم میں دیوار سے لٹکی رائفیل لینے لپٹی مگر اس سے پہلے کہ وہ رائفیل اتارتی، دروازہ ایک دھماکے سے کھلا، ایک فائر ہوا اور گولی اس کے سر کے بالوں کو چھوتی عین رائفیل کے پاس دیوار پر لگی تھی۔ وہ ساکت ہو گئی۔ اسے معلوم تھا یہ خبردار کرنے کے لیے تھا۔ اگر وہ پھر بھی رائفیل اتارنے کی کوشش کرتی تو اگلی گولی اس کے سر میں اتر جاتی۔

”کون ہو تم؟“ اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

”بکو اس بند کرو!“ عقب سے کسی نے بھیڑیے کی طرح غرا کر کہا۔

فائر کے دھماکے نے ٹام کو بیدار کر دیا تھا اور وہ رو رہا تھا۔ ”مجھے اپنے بچے کو دیکھنے دو۔“ اس نے التجا کی۔

”اتنی جلدی کیا ہے؟“ کسی نے عقب سے اس کی تلاشی شروع کی اور بہ تدریج اس کا انداز تلاشی سے زیادہ آوارگی کی طرف مائل ہوتا چلا گیا تھا۔ وہ ضبط کر کے کھڑی رہی۔ آخر تلاشی لینے والے کو یقین ہو گیا کہ اس کے لباس میں کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ وہ ابھی تک دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑی تھی۔ اندر آنے والے تین میں سے دو افراد مکان کی تلاشی لے رہے تھے۔ ایک نے پکار کر کہا۔ ”ادھر تنھا چلا رہا ہے۔“

”اڑا دو اسے۔“ جار جیا کی تلاشی لینے والے نے بے رحمی سے کہا۔

”نہیں۔“ جار جیا تڑپ کر چلائی۔ ”خدا کے لیے۔“ اس شخص نے بے رحمی سے اس کے بال پکڑے اور اسے کھینچتا ہوا بیڈ روم میں لے آیا۔ تب جار جیا نے ان کی صورتیں دیکھیں۔ ایک نے ماتھے کے قریب بچھو کا نیو بنوا رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر جار جیا کا دل دھک رہ گیا تھا۔ وہ شمالی ٹیکساس کا مشہور ڈاکو فرانز اسکور پین تھا اور یہ دونوں اس کے ساتھی تھے ڈاکو قتل و غارت گری اور آتش زنی کی کتنی ہی وارداتیں اس کے نام سے منسوب تھیں لیکن خاص بات یہ تھی کہ وہ بلا کا جنس زدہ شخص تھا۔ جہاں اسے کوئی عورت یا لڑکی ہاتھ آ جاتی، وہ اسے نہیں چھوڑتا تھا۔ جیسے ہی اس شخص نے

تمہارے کان میں ہوتا تو پھر ایسا تنگ کرتا تھا کہ اب وہ سب میں سے بہت نہیں سکتی تھی۔ اس موقع کے جار جیا اس نے پاس سے ہٹ نہیں سکتی تھی۔ اس موقع کے لیے اس نے ایک ترکیب ایجاد کی جب ٹام کا موڈ خراب ہوتا تھا تو اسے گیت سناتی تھی۔ جار جیا کی آواز بہت اچھی تھی اور وہ اپنے قصبے کی سب سے بہترین منکر مانی جاتی تھی۔ پارٹ کی عمر میں وہ چوتھ میں گیت گانے والے بچوں میں شامل ہوئی تھی۔ اس کا سارا بچپن اور لڑکپن قصبے میں گزرا تھا۔ اسے اکیلے رہنے کی عادت نہیں تھی اس لیے جب وہ بچپن سے شادی کر کے آئی تو آغاز میں اس کا دل بہت گھبرایا تھا۔ خاص طور سے جب ہڈن اسے چھوڑ کر کام پر جاتا تھا۔

اب وہ کسی حد تک عادی ہو چلی تھی۔ ہڈن نے درست کہا تھا۔ ٹام کی وجہ سے اس کا وقت ایسے گزرے گا کہ اسے پتا بھی نہیں چلے گا۔ ہڈن کے جانے کے بعد کیتھرین چلی گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مہینا گزرا اور اکتوبر کا آخر آ گیا۔ جس روز ہڈن کو واپس آنا تھا، موسم کے تو خراب نظر آرہے تھے۔ آسمان سرمئی بادلوں سے ڈھک گیا تھا۔ دوپہر میں ہلکی سی بارش ہوئی تھی ٹیکس بادلوں کے گہرے پن میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ لگ رہا تھا کہ شام کو پھر بارش ہوگی اور ایسا ہی ہوا۔ ابھی سورج غروب ہونے میں کچھ وقت تھا کہ آسمان پر پڑا۔ جار جیا تمام چیزیں پہلے ہی اندر لے جا چکی تھی۔ گھوڑوں کا اصطبل بند کر دیا تھا اور آتش دان کے لیے لکڑیاں الگ کر لی تھیں۔ ممکن تھا رات کو سردی زیادہ ہو جاتی اور اسے آتش دان جلانے کی ضرورت پیش آتی۔ اسے اپنی نہیں ٹام کی فکر تھی۔ وہ ابھی بہ مشکل ڈھانکی مہینے کا تھا اور اسے سردی لگ سکتی تھی۔

رات واقعی سردی بڑھ گئی تھی۔ اس نے کھانا بنانے سے پہلے آتش دان جالایا پھر خود تیار ہوئی۔ ہڈن بھی اتنے طویل عرصے کے لیے اس سے دور نہیں گیا تھا۔ رات نو بجے اسے کسی قدر مایوسی ہونے لگی۔ اس نے کھانا بنالیا ورنہ وہ ہڈن کے آنے کے بعد بناتی۔ ٹام بادلوں کی ٹھن گرج اور بارش کے شور سے بے نیاز آتش دان کے قریب اپنے پالنے میں سو رہا تھا۔ کھانا کھا کر جار جیا نے برتن سمیٹ کر رکھے اور بیڈ روم میں آ گئی۔ ٹام کے پالنے کے پاس بیٹھ کر وہ ایک کتاب پڑھنے لگی تھی۔ دس بجے کے قریب اسے باہر سے گھوڑے کے ہنہانے کی آواز آئی۔ وہ بے ساختہ اٹھ کر دروازے کی طرف لپکی۔

ٹیکساس میں رہنے والے پیدائشی محتاط ہوتے ہیں۔ ان



اس کے بالوں کو چھوڑا اس نے لپک کر خنٹے نام کو گود میں لے لیا۔ ماں کا کس محسوس کرتے ہی نام چپ ہو گیا تھا۔

”سنو، اس گھر میں کوئی خاص رقم یا قیمتی شے نہیں ہے۔“ اس نے لرزتی آواز میں بتایا۔

فرانز اسکو رہیں اس کے بیل پر نیم دراز تھا اور اس کی ریٹھیں نظر میں جا رہا پر مرکوز تھیں۔ ”نہیں، ایک بہت قیمتی شے ہے اس گھر میں۔“ اس نے کہا۔

”کیا؟ کیا چیز؟“ جا رہا بولی تو فرانز ایک دم اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور نام کا نرم سا رخسار اپنی گھروری انگلی سے چھوا۔

”یہ ہے قیمتی شے۔ اگر ہمیں کچھ اور نہیں ملا تو ہم اسے لے جائیں گے۔“

”نہیں۔“ جا رہا نے لرز کر نام کو سینے میں دھال لیا تھا۔

”تب ہم جو کہیں وہ ماننا ہو گا۔“ فرانز اسکو رہیں کی ہوس سے بھری آنکھیں اب اس پر مرکوز تھیں۔

”کک۔ کیا چاہتے ہو تم؟“

فرانز نے اپنی گھروری انگلی سے اب جا رہا کا رخسار سہلایا۔ پھر اس کی انگلی رخسار سے ہوتی ہوئی گردن پر سے ہوتی شانے تک آئی اور ایک جھٹکے سے اس کی شرٹ شانے سے ہٹا دی۔

”پلیز نہیں۔“ اس نے التجا کی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس التجا کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ ان تینوں کے سامنے اتنی ہی بے بس تھی جتنا کہ طوفان کے سامنے درخت کا سوکھا پتا ہوتا ہے۔

ہا ہا ہا

ہڈن صبح کی پہلی کرن کے ساتھ گھر پہنچا تھا۔ اس وقت تک جا رہا جاگ جاتی تھی۔ وہ گھوڑے سے کود کر بے تابی سے دروازے کی طرف لپکا اور پھر رک گیا۔ اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ دروازے کا لاک والا حصہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے اپنا پستول نکال لیا اور دے بے قدموں دروازے تک آیا۔ اندر سن گن لی مگر اندر خاموشی تھی۔ ایسی خاموشی جیسی طوفان گزر جانے کے بعد ہوتی ہے۔ وہ اندر آیا۔ کہیں کوئی ابتری نہیں تھی۔ ہاں فرش پر گیلے جوتوں کے شگ ہو جانے والے نشانات تھے۔ وہ بیٹروم تک آیا۔ نام اپنے پالنے میں لیٹا تھا اور جا رہا بستر میں کبل تلے تھی۔ نام سکون سے سو رہا تھا۔ ہڈن نے جا رہا کے اوپر سے کبل اٹھایا اور پھر جیسے اسے بچھونے کاٹ لیا تھا۔

جا رہا عریاں حالت میں بے ہوش پڑی تھی اور اس

کے جسم پر جا رہا جانشین کے نشانات تھے۔ ہڈن نے جلدی سے اس کی پٹن اور دل کی دھڑکن چیک کی۔ وہ بہتر تھی۔ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس کی ہڈی پر کیا گزری تھی یہ سوچ کر ہی ہڈن کا دل شدت سے غم سے پھٹنے لگا تھا لیکن اس نے اپنے اوسان بحال رکھتے ہوئے پہلے جا رہا کے نرم صاف کر کے ان پر مرہم لگایا اور پھر اسے لباس پہنانا۔ برانڈی کے چند قطرے حلق میں پٹکانے جانے کے بعد وہ ہوش میں آنے لگی تھی۔ پوری طرح ہوش میں آنے کے بعد وہ وہ کچھ دیر خالی خالی نظروں سے ہڈن کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

”جا رہا جی۔ یہ سب کیا۔“

جا رہا ایک جھٹکے سے اٹھی اور نام کی طرف لپکی۔ اسے اٹھا کر اور صحت سلامت محسوس کر کے اس نے بچے کو سینے سے لگا لیا۔ ماں کے لمس کو محسوس کر کے نام جاگ گیا تھا اور اس نے اپنی خوراک کا مطالبہ کیا۔ جا رہا اسے دودھ پلانے لگی۔ ہڈن کمرے میں یوں ٹہل رہا تھا جیسے زخم کھایا درندہ اپنی کچھار میں نہلاتا ہے اور بدلہ لینے کے منصوبے بناتا ہے۔ نام سے فارغ ہو کر جا رہا باہر جانے لگی تھی کہ ہڈن نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

”جا رہا جی۔ وہ لوگ کون تھے؟“

وہ چند لمحے اسے بے تاثر نظروں سے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بازو چھڑا کر باہر چلی گئی۔ اس کے بعد ہڈن پوچھ پوچھ کر اور سرخ کر ہار گیا مگر جا رہا نے اسے اس بارے میں ایک لفظ نہیں بتایا۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا۔ ”میں اس موضوع پر تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔“

دونوں ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور ممکن ہے جا رہا ایسا رویہ اختیار کرتی تو ہڈن سب بھلانے کو تیار ہو جاتا مگر اب ان دونوں کے درمیان ایک حقیقت آگئی تھی۔ وہ بنا ضرورت کے ایک دوسرے سے بات بھی نہیں کرتے تھے۔ دونوں کی دلچسپی کی واحد مشترک چیز ان کا پھر رہ گیا تھا۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اس رات ان پر کیا گزری تھی۔ صرف جا رہا اور ہڈن جانتے تھے جو اس سانچے کے ذمے دار تھے۔ ہڈن نے ایک روز کھانے کے بعد برتن اٹھانے میں جا رہا کی مدد کی اور پھر چاقو تیز کرتے ہوئے کہا۔

”جا رہا جی! اگر تمہیں شبہ ہے کہ میں تمہارا بدلہ نہیں لے سکتا یا میں کسی سے کمزور ہر جاؤں گا تو۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ جا رہا نے اس کی بات کاٹی۔

”تم بہادر آدمی ہو۔ اور تمہارا نشانہ بھی خالی نہیں جاتا ہے۔“



لیکن اس پر بات نہ کرنے کی یہ وجہ نہیں ہے۔“  
 ہڈن اس بار پھر پورے دو مہینے تک باہر نہیں گیا۔ وہ فارم پر کام کرتا رہا۔ آلودہ مٹی کی فصل تیار تھی۔ اسے اتار کر اور کھود کر منڈی تک پہنچاتا رہا۔ درمیان میں دوبار اس کے پاس کا آدمی آیا لیکن ہڈن نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

اس روز وہ فارم سے کام کر کے تھکا ہارا آیا تھا۔ جار جیا نے اس کے سامنے کافی کام رکھا۔

”تم کام پر کیوں نہیں جا رہے ہو؟“  
 ہڈن نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ ”تم تو میرے کام کرنے کے خلاف تھیں!“

”ہاں..... لیکن اب میں چاہتی ہوں تم کام پر جاؤ۔“  
 ”میں نہیں جاسکتا، تمہیں اکیلے چھوڑ کر۔“  
 جار جیا چوپلیے کی طرف جاتے ہوئے تلخ لہجے میں بولی۔ ”جس وقت تمہیں نہیں جانا چاہیے تھا تب تم چلے گئے اور اب جب اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو رک رہے ہو۔“  
 ہڈن نے حیران ہو کر اسے دیکھا مگر جار جیا نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ اس کی بات کا مفہوم واضح تھا۔ وہ شرمندہ سادہاں سے چلا گیا تھا۔ کتنے ہی دن گزر گئے تھے۔ سرما میں ہڈن جانور لے کر ٹیکساس اور فلوریڈا کی سرحدوں کے پاس والے علاقوں کی طرف جاتا تھا۔ یہ علاقے سرما میں بھی ہرے بھرے رہتے تھے اور جانوروں کو کھانے کے لیے خاصا چار امل جاتا تھا لیکن یہ دور بہت تھے۔ جانے میں ہی دو ہفتے لگ جاتے تھے۔ سرما کا ٹرپ ڈیڑھ مہینے کا ہوتا تھا اور اس وجہ سے بھی ہڈن جانے سے ہچکچا رہا تھا مگر جار جیا کے کہنے کے بعد وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔

اگلے روز سام کا آدمی پھر اسے بلانے آیا تھا۔ سام صرف اتنا چاہتا تھا کہ وہ جانوروں کو حفاظت سے مخصوص علاقے تک پہنچا دے۔ اس علاقے میں راہ زنی کی وارداتیں ہوتی تھیں اور خاص طور سے ہسپانوی نژاد باشندے جانور چرانے کے ماہر تھے۔ وہ چلتے گلے سے ایسے جانور نکال لے جاتے تھے کہ نگرانی کرنے والوں کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی تھی۔ البتہ ہڈن کے ہوتے ہوئے مجال تھی کہ ایک جانور بھی غائب ہوتا۔ جب سام کا آدمی آیا تو جار جیا الگنی سے لٹکے خشک کپڑے اتار رہی تھی۔ اس نے ہڈن سے کہا۔ ”تم ہو آؤ۔ تین ہفتے کی تو بات ہے۔ میں نام کو لے کر پاپا کے پاس چلی جاؤں گی۔“  
 ہڈن نے سوچا اور سر ہلا کر سام کے آدمی سے کہا۔

”ٹھیک ہے..... سام سے کہنا میں کل آ جاؤں گا۔“  
 ”یہ تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔“ جار جیا بولی۔ ”سام جیسے شخص کو بار بار انکار کرنا بھی اچھا نہیں ہوتا۔“  
 ”میں تمہیں کل جانے سے پہلے پاپا کے گھر چھوڑ دوں گا۔“

”نہیں، میں خود چلی جاؤں گی۔“  
 اس رات ہڈن نے جار جیا کے پاس آنے کی کوشش کی تو اس نے نرمی سے اسے روک دیا۔ ہڈن نے احتجاج کیا۔  
 ”ایسا کیوں ہے جار جی؟“

مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے بستر سے اٹھ کر ٹام کے پاس چلی گئی اور ہڈن ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اگلے روز صبح سویرے اس نے جانے کی تیاری شروع کر دی۔ جار جیا نے اسے کھانے پینے کی اشیاء بنا کر دیں جو کئی دن تک چل سکتی تھیں۔ سورج نکلتے ہی ہڈن گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ جار جیا کے لیے اس نے گزشتہ روز ہی بھی تیار کر دی تھی۔ جار جیا کو بھی چلانا آتی تھی۔ وہ خود جاسکتی تھی لیکن ہڈن کے جانے کے بعد اس نے کچھ کام نمٹائے۔ گھوڑے بھی سے کھولے اور ان کو اُصطبل میں بند کر دیا۔ شام کے قریب اس نے ٹام کو تیار کر کے ایک جھولے میں ڈالا اور اسے اپنے شانے سے لٹکا لیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوئی اور قصبے کا رخ کیا۔ سردی خاصی ہو گئی تھی لیکن چنبل پہل برقرار تھی۔ اس نے کچھ خریداری کی۔ جاننے والوں اور والیوں سے سلام دعا کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے گھر لوٹ آئی۔

رات کا کھانا کھا کر وہ ٹام کو گود میں لے کر اسے بائبل کا ایک ورق سنانے لگی۔ جب ٹام سنتے سنتے سو گیا تو اس نے اسے آتش دان کے پاس اس کے پالنے میں لٹایا اور پکن سے دھسکی کی ایک بوتل نکال کر لائی۔ بوتل اس نے سر ہانے رکھ دی تھی۔ خاصی دیر تک وہ جاگتی رہی تھی پھر سو گئی۔ اس نے ہڈن سے غلط کہا تھا کہ وہ اس کے جانے کے بعد اپنے پاپا کے گھر چلی جائے گی۔

اگلے روز وہ ناشتے کے بعد ٹام کو دھوپ میں لے کر آئی۔ سرما کے بیشتر دنوں میں موسم ابر آلود رہتا تھا اور خوش قسمتی سے کسی دن دھوپ نکلا کرتی تھی۔ وہ دن آج کا تھا۔ ٹام اپنے پالنے میں لیٹا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ کچھ دیر بعد گوالا اپنی بھی پر دودھ دینے آیا تھا۔ جار جیا نے اس سے ڈبا لیا اور پرانا ڈبا واپس کیا۔ وہ دو تین دن کا دودھ ایک ساتھ لے لیا کرتی تھی۔



گلزار  
ایول "نام"  
الحرم محمود دوس

کی کوشش کی  
احتجاج کیا۔

نفا سے بہر  
اسان سے

اشیا بنا کر  
تے ہی ہڈی

چلانا آئی  
حد اس نے  
یک اصطیل

ر کے ایک  
کا لیا۔ وہ  
اصم ہو گئی

ری کی۔  
ح غروب

س نے  
ور کچن

١٠٠

لے کر  
نوٹس  
تھا۔

احمد  
دنيا  
م

anner

”یہ میرا ہے تم لوگوں نے پیتا ہے تو بکن سے اپنے لیے گلاس لے آؤ اور براہ کرم اونچی آواز میں مت بولو۔ نام



جاگ گیا تو مجھے اس کو سنانا پڑے گا۔“

اسکو موب جا کر کچن سے تین عدد گلاس لے آیا تھا۔ انہوں نے بوتل سے دھسکی نکالی اور پینے لگے۔ دوسرے پیگ کے بعد وہ بہکنے لگے تھے۔ جار جیا بھی ان کو اکساتی رہی اور ان کو اکسانے کے لیے اس نے ان کی بے ہودگیاں بھی برداشت کیں۔ تیسرے پیگ نے ان کا حال برا کر دیا تھا۔ اور چوتھا ختم کرنے سے پہلے وہ ایک ایک کر کے جہاں تھے وہیں لڑھک گئے۔ ان کے طوفان بدتمیزی سے مشابہ قہقہوں اور شور نے نام کو بیدار کر دیا تھا۔ وہ دھیسے سروں میں رونے لگا تھا۔ جار جیا نے پہلے اسے چپ کرا کے سلا یا پھر لباس بدلا۔ گرم کوٹ پہن کر وہ حرکت میں آئی تھی۔

☆☆☆

ہڈن بادل نا خواستہ رخصت ہوا تھا۔ اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ اگر جار جیا اسے مجبور نہ کرتی تو وہ سام کی بڑی سے بڑی پیکش کے باوجود نہ جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ سام نے اسے سفر کے لیے دگنی تنخواہ دینے کی بات کی تو اس نے بے دلی سے سنا تھا۔ گلہ تیار تھا۔ ہڈن کے ساتھ پندرہ افراد اور تھے۔ یہ سب ماہر کاؤ بوائے اور لڑنے کے دہشت تھے۔ ان کے ہوتے گلے کے ہزاروں مویشیوں میں سے کسی کو لے جانا تقریباً ناممکن تھا۔ خاص طور سے ہڈن کے نام کی ایک دہشت تھی۔ مویشی چرانے والے نصف درجن کے قریب چور اس کے ہاتھ سے مارے جا چکے تھے۔ جب اس نے روڈ یو جیسے مشہور چور کا خاتمہ کیا تو اس کے بعد چوروں نے سام کے گلے کی طرف رخ کرنا بند کر دیا تھا۔

ہڈن خوش نہیں تھا۔ اسے رہ رہ کر جار جیا اور نام یاد آرہے تھے۔ جار جیا کے ساتھ جو ہوا تھا، وہ اس کے لیے دہرا صدمہ تھا۔ اول تو کوئی اس کی آبرو پر اس طرح ڈاکا مار گیا۔ دوسرے وہ جار جیا سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے کتنی بار ہڈن سے کہا تھا کہ وہ اب جانا چھوڑ دے۔ اپنے فارم پر کام کرے اور اس کے پاس رہے لیکن اس نے کبھی اس کی نہیں مانی۔ وہ اس حادثے کا ذمہ دار خود کو سمجھتا تھا۔ اگر وہ سام کی نوکری چھوڑ دیتا تو یہ سب نہ ہوتا۔ کبھی کبھی اسے شدید غصہ آتا۔ وہ دانت کچکچاتا۔ کاش وہ لوگ اس کے ہاتھ آجائیں تو وہ ان کو اتنی اذیت سے مارے گا کہ مرنے کے بعد ان کی روہیں بھی بلبلاتی پھریں۔ ان کا راستہ لگا بندھا اور طے شدہ تھا۔ گلہ بان صدیوں سے اس راستے پر سفر کرتے آئے تھے۔ وہ جیسے جیسے جنوب کی طرف جارہے تھے سردی کم ہوتی جارہی تھی۔ یہ اس لحاظ سے اچھا

تھا کہ وہ رات سکون سے گزار سکتے تھے ورنہ آگ کے پاس بھی رات عذاب بن جاتی تھی۔

ہڈن پہلے بھی اس سفر کو جلد از جلد طے کرنے کی کوشش کرتا تھا کیونکہ جتنی دیر ہوتی جاتی، جانور چارے اور پانی کی کمی سے کمزور پڑتے جاتے اور مرنے والے جانوروں کا تناسب بڑھ جاتا تھا پھر ان کا گوشت اور کھال نکالنے میں وقت الگ ضائع ہوتا تھا۔ اس لیے کوشش ہوتی تھی کہ وہ جلد از جلد جنوب کی چراگا ہوں میں پہنچ جائیں جہاں جانوروں کے لیے پانی اور ہرے چارے کے ساتھ طویل میدانوں میں سوکھ جانے والا چارہ بھی وافر دستیاب ہوتا تھا۔ وہ صرف چھ سات گھنٹے آرام کرتے تھے اور ان کا باقی وقت گھوڑوں کی پشت پر گزرتا تھا۔ صبح سویرے روشنی نمودار ہوتے ہی وہ چل پڑتے اور اس وقت تک چلتے رہتے تھے جب تک ذرا بھی اجیار باقی رہتا۔

لیکن اس بار ہڈن غیر معمولی عجلت سے کام لے رہا تھا۔ وہ نہ صرف رفتار تیز رکھے ہوئے تھا بلکہ دن میں زیادہ سے زیادہ وقت سفر میں گزرتا تھا۔ اس کے سامنے اس سے نالاں تھے مگر وہ باس تھا۔ اس کا حکم ماننا لازمی تھا۔ عام طور سے چودہ پندرہ دن میں ہونے والا سفر اس بار انہوں نے صرف بارہ دن میں طے کر لیا تھا۔ ہڈن کی ذمہ داری جانوروں کو یہاں تک پہنچانے کی تھی۔ اس کے بعد چارج فریڈ نامی شخص کے سپرد تھا۔ وہ ہڈن کا سب سے قابل ماتحت تھا۔ اس لیے ہڈن نے واپسی کی تیاری شروع کر دی۔

”ایک دن تو آرام کرو۔“ فریڈ نے اس سے کہا تھا۔ ”نہیں، مجھے جلدی جانا ہے۔“ ہڈن نے انکار کر دیا۔ وہ اپنے ساتھ دو گھوڑے لایا تھا۔ ایک پر سامان تھا۔ وہ اگلے روز سورج نکلنے ہی روانہ ہو گیا۔ شام تک اس نے کوئی ڈھائی سو میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ اس دشوار گزار علاقے میں یہ اس کی مہارت تھی جو اتنا فاصلہ طے کر لیا۔ اسے تقریباً پندرہ سو میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ اس بار بھی اس نے بہت کم آرام کیا تھا۔ سولہ سترہ گھنٹے گھوڑے کی پشت پر گزرتے تھے۔ پانچویں دن وہ میگارٹا سے صرف تیس میل کے فاصلے پر تھا۔ وہ خود بھی بے حد تھک گیا تھا لیکن گھوڑوں کا حال بہت برا تھا۔ اس لیے اسے مجبوراً رات بھر کے لیے رکن پڑا تھا ورنہ وہ تاریکی اور اپنی تھکن کی پروا کیے بغیر چل پڑتا۔ کبل میں دبا اور آگ کے سامنے لیٹا وہ بے تابی سے صبح کا انتظار کر رہا تھا۔ خدا خدا کر کے صبح کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے گھوڑے پر زین کی اور ہلکی چال کے ساتھ روانہ ہوا۔ جیسے



رہی اتنی ہوئی کہ راستہ نظر آنے لگا اس نے گھوڑا دوڑا

سورج کی پہلی کرن کے ساتھ وہ فارم کے سامنے تھا۔  
نے خود اتر کر گیت کھولا اور دو گھوڑوں کو اصطبل میں لے  
نے کے بجائے مکان کے سامنے لے آیا۔ اس کا دل تیزی  
سے دھڑک رہا تھا اور اسے وہ صبح یاد آرہی تھی جب اس نے  
فرم میں ایک سانچے کو اپنا منتظر پایا تھا لیکن یہ دیکھ کر اس نے  
مکان کا سانس لیا کہ دروازہ اندر سے مقفل تھا۔ اس نے  
چند لمحوں بعد دوڑتے قدم دروازے تک آئے۔  
دروازہ کھلا اور جا رہا تھا اس سے آندھی کی طرح آکر لپٹ گئی  
اور رو رہی تھی۔

”تم ٹھیک ہونا..... نام کیسا ہے؟“ ہڈن نے اسے  
پتلی سے بازوؤں میں لے لیا۔

”ہاں ٹھیک ہے..... اندر آؤ۔“ وہ اسے اندر لے گئی۔  
پالنے میں بے خبر سو رہا تھا۔ ”میں بے تابی سے تمہارا  
فکر کر رہی تھی۔“

”میں بھی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر آیا ہوں۔“  
ہڈن اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ اتنے دن کیسے رہی  
جس جگہ جانے موقع ہی نہیں دیا۔ وہ اس طرح اس پر چھا  
کہ ہڈن کو سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ پھر اس کی آنکھ کچن  
کے اگلے والی، انڈے تانے کی اشتہا انگیز خوشبو سے کھلی۔  
بے زبردست بھوک لگ رہی تھی۔ وہ کچن میں آیا اور میز پر  
بٹا کر میز پر لیٹے نام کو گود میں لے لیا۔ بہت عرصے بعد  
جسے اسے دیکھ کر پہلے کی طرح مسکرائی تھی۔ ناشتے کے بعد  
پتے ہوئے اس نے جا رہا تھا۔ ہڈن سے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔  
”بات ہے۔ کیا میری غیر موجودگی میں کوئی خاص تبدیلی  
آئی ہے؟“

جا رہا تھا سر ہلایا۔ ”کافی پی لو پھر دکھاتی ہوں۔“  
جس کی وجہ سے ہڈن نے چند گھونٹ میں کافی ختم کر  
لی۔ ”چلو۔“

جا رہا تھا اسے قہمی حے میں الگ سے بنے تہہ خانے کے  
انڈے تک لائی۔ اس نے دروازہ اٹھایا یہ اتنا مضبوط  
تھا کہ شدید طوفان بھی اسے نہ اکھاڑ سکے۔ ان  
مکان میں ایسے تہہ خانے لازمی تھے جہاں طوفان کے وقت  
لوگ محفوظ رہ سکیں۔ ہڈن نے اندر جھانکا۔ اسے غور سے دیکھنا پڑا  
تھا کہ یہ کتنی عرصہ ڈھانچے نما افراد چھتروں میں لیٹے فرش پر  
سجائے ہوئے تھے۔ غلامت میں لوٹ رہے تھے۔ جا رہا تھا  
کہ ”یہ ہیں میری آبرو کے لیرے۔ گزشتہ

دو ہفتے سے ان کو ایک دانہ کھانے کو نہیں ملا ہے، میں ان کو  
صرف اتنا پانی دیتی رہی ہوں کہ یہ تمہارے آنے تک زندہ  
رہیں۔“

ہڈن نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”تم نے یہ سب  
کیسے کیا؟“

”مجھے معلوم ہے درندے کو ایک بار خون لگ جائے تو  
وہ پھر آتا ہے کیونکہ یہ بات کسی کو بتائیں تھی اس لیے یہ سمجھے  
کہ میں نے کسی کو بتایا نہیں ہے۔“ اس نے نفرت سے انہیں  
دیکھا۔ ”یہ رال ٹکاتے پھر چلے آئے۔ میں نے خواب آور  
دوا ملا کر شراب پہلے ہی تیار کر رکھی تھی۔ جب یہ پی کر بے ہوش  
ہو گئے تو ان کو یہاں لے آئی۔“

ہڈن نیچے آیا۔ اس نے ان تینوں کو دیکھا۔ فرانس  
اسکور پین اور اس کے ساتھیوں کو وہ پہچانتا تھا لیکن پندرہ دن  
کے فاقے نے ان کی صورتیں مسخ کر دی تھیں اور ان میں  
بلنے جانے کی سکت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ تہہ خانے میں کھانے  
کے لیے کچھ نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی لیڈر جیکٹس اور جوتے  
کھانے کی کوشش کی تھی۔ یہ دیکھ کر ہڈن کے رونگٹے کھڑے  
ہو گئے کہ اسکور پین نے مارے بھوک کے اپنا ہاتھ چبایا تھا  
اور گوشت کے نیچے سے ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ جا رہا تھا  
ان کو بہت بھیاں سزا دی تھی..... اور وہ اس کے سخت بھی  
تھے۔ ہڈن باہر آیا اور جا رہا تھا کی طرف دیکھا۔ ”میرا خیال  
ہے ان کے لیے اتنی سزا کافی ہے۔“

”ہاں۔“ جا رہا تھا نے سرگوشی کی۔ ”لیکن یہ زندہ اس  
تہہ خانے سے باہر نہیں جاسکتے۔ یہ میری عزت کا سوال  
ہے۔“

ہڈن سر ہلاتا مکان کی طرف بڑھ گیا۔ وہ واپس آیا تو  
اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

اس کے کئی دن بعد ایک رات جب وہ سونے کے لیے  
لیٹے تو ہڈن نے جا رہا تھا سے اس کے رویے کی وجہ پوچھی۔  
اس نے سر ہڈن کے سینے پر رکھ دیا۔ ”میں شرمندہ تھی۔ تم  
نے مجھ پر جو اعتماد کیا تھا میں اس پر پورا نہ اتر سکی۔ میں اپنی  
عزت نہ بچا سکی۔“

”لیکن مجھے تم پر فخر ہے۔ تم نے ان کو اکیلے سزا بھی  
دی۔ شرمندہ تو میں ہوں۔ میں نے تمہاری بات نہیں مانی۔  
میں نے فیصلہ کیا ہے کہ سام کی ملازمت چھوڑ دوں گا اور  
اپنے فارم پر کام کر دوں گا۔“  
جا رہا تھا کھل اٹھی تھی۔

